Al-Marjān Research Journal
Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan
HJRS
Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Legal and Jurisprudential Status of Khabar-e-Mutawatir: A Critical Analysis of the Views of Usulis, Jurists, and Theologians

خبرِ متواتر کی احکامی اور شرعی حیثیت: اصولیین، فقہاء اور متکلمین کی آراء کا تحقیقی تجزیہ

Authors Details

1. **Shazia Muhammad Hussain (Corresponding Author)**
   PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.
   Email: shaziamhussain@gmail.com
2. **Dr. Jamila Shaukat**
   Professor Emeritus, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

Citation

Hussain, Shazia Muhammad, and Dr. Jamila Shaukat. " The Legal and Jurisprudential Status of Khabar-e-Mutawatir: A Critical Analysis of the Views of Usulis, Jurists, and Theologians." *Al-Marjān Research Journal*, 2, no.3, Oct-Dec (2024): 501− 513.

Submission Timeline

Received: Sep 25, 2024
Revised: Oct 15, 2024
Accepted: Nov 07, 2024
Published Online: Nov 23, 2024

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
HJRS HEC Journal Recognition System

The Legal and Jurisprudential Status of Khabar-e-Mutawatir: A Critical Analysis of the Views of Usulis, Jurists, and Theologians

خبرِ متواتر کی احکامی اور شرعی حیثیت: اصولیین، فقہاء اور متکلمین کی آراء کا تحقیقی تجزیہ

☆شاذیہ محمد حسین ☆ڈاکٹر جمیلہ شوکت

Abstract

The Hadith of the Prophet Muhammad (PBUH) is universally accepted as a primary source of Islamic Shari'ah. Among the different classifications of hadith, *khabar-e-mutawatir* holds a unique and elevated status due to its strong chain of transmission, which leads to absolute certainty (*yaqīn*). Scholars of various Islamic disciplines—*usuliyyun* (legal theorists), *fuqaha* (jurists), and *mutakallimun* (theologians)—have all discussed the epistemological and legal implications of *khabar-e-mutawatir* in depth. While there exists consensus on its authenticity, there are nuanced differences among scholars regarding its legal implications, particularly in matters of belief (*aqidah*) versus practice (*fiqh*). This paper investigates the definitions, conditions, and implications of *khabar-e-mutawatir*, comparing how different Islamic disciplines approach the subject. It examines whether such reports independently establish legal rulings and whether belief in their content is obligatory. The study analyzes primary texts and classical opinions from key scholars across various madhāhib (schools of thought), identifying areas of convergence and divergence. Additionally, the paper clarifies the relationship between the terms *khabar*, *hadith*, and *sunnah*, exploring how their usage varies linguistically and technically. It argues that while often used interchangeably in legal discourse, each term has distinct layers of meaning that impact the interpretation and application of Islamic law. Ultimately, the study demonstrates that *khabar-e-mutawatir* forms a critical axis in the Islamic legal and theological framework and that a proper understanding of it is essential for sound jurisprudential and doctrinal reasoning.

Keywords: Khabar-e-Mutawatir, Hadith, Sunnah, Islamic Shariʿah, Usul al-Fiqh, Aqidah, Fiqh, Epistemology, Legal Theory, Transmission of Hadith, Certainty (Yaqīn), Islamic Jurisprudence

تعارف موضوع

حدیثِ رسول ﷺ کو شریعتِ اسلامیہ میں ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ محدثین نے سنتِ نبویؐ کے بیان کے لیے خبر، حدیث اور اثر کی اصطلاحات استعمال کی ہیں، جن میں سے اثر کا اطلاق صحابہ و تابعین کے اقوال پر ہوتا ہے۔ لغوی طور پر "خبر" ایک وسیع تر مفہوم رکھتی ہے جس میں ہر حدیث شامل ہے، لیکن ہر خبر کو حدیث نہیں کہا جا سکتا۔ خبرِ متواتر وہ روایت ہے جو اتنے کثیر افراد سے منقول ہو کہ ان کے باہمی

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان۔

☆ پروفیسر ایمریٹس، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان۔

جھوٹ پر اتفاق کا امکان نہ ہو۔ یہ روایت قطعیت کا درجہ رکھتی ہے اور اس کی بنیاد پر عقائد و احکام میں حجت قائم کی جاتی ہے۔ اصولیین، فقہاء اور متکلمین نے اس کی شرعی و اصولی حیثیت پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اس تحقیقی مطالعہ میں ہم خبرِ متواتر کی تعریف، اقسام، شرائط، اور اس کے ذریعے استدلال کی نوعیت کا جائزہ لیں گے۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اس پر کس قدر متفق یا مختلف الرائے ہیں، اور شریعت میں اس کا اطلاق کن امور پر ہوتا ہے۔

مبحث اول: خبر، حدیث اور سنّت کی اصطلاحی و شرعی حیثیت

شریعتِ اسلامیہ میں حدیثِ رسول ﷺ کو بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ محدثین نے مصطلح الحدیث یا علم اصولِ حدیث میں نبی کریمؐ کی سنت کے بیان کے لیے "حدیث ، خبر اور اثر" کی اصطلاحات متعارف کروائی ہیں۔ ان میں سے "اثر" کی اصطلاح تو صحابہ و تابعین کے لیے خاص ہے۔ اس کی جمع "آثار" ہے یعنی ایسی خبر جس میں راوی اپنے قول کی نسبت نبی کریمؐ کی طرف بیان نہ کرے۔ جمہور علماء و محدثین کے نزدیک خبر و حدیث باہم مترادف ہیں۔ جبکہ لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو "خبر" کی اصطلاح عام ہے بنسبت حدیث کے۔ جیسے کہ " ہر حدیث "خبر" ہے مگر ہر خبر "حدیث" نہیں کہلا سکتی ہے"[1]۔ اسی طرح خبر کے اندر حدیث ہے اور حدیث کے اندر سنت پائی جاتی ہے۔

اگرچہ لغوی مفہوم کے اعتبار سے سنّت (طریقہ یا راستہ) عمل کا دوسرا نام ہے، تاہم جمہور ائمہ و اصولیین کے اصطلاحی تصریحات کے مطابق، نبی کریمؐ کے طبعی امور کے علاوہ قول، فعل اور تقریر (خاموش تائید) اور ایسا اجتہاد جسے قرآنی توثیق حاصل ہوئی ہو، ان سب پر سنّت [2] کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو سنت قانونی ماخذ اور مصدرِ شریعتِ اسلامیہ ہے اس میں آپؐ سے مروی تینوں چیزیں مراد لی جاتی ہیں۔ اسی پر ائمہ کا اتفاق ہے اور فقہاء و اصولیین نے اصولِ فقہ کی کتب و تصانیف میں یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ لہٰذا جیسے ہر خبر حدیث نہیں ہے بعینہٖ ہر حدیث سنّت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بعض فقہی متون میں سنّت کی اصطلاح کو نبی کریمؐ کے اعمال اور حدیث کو اقوال کے لیے خاص کیا گیا ہے۔ مگر ادلہ ءشرعیہ میں حدیث و سنّت کو باہم مترادف و ہم معنی قرار دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سنّت کو جب اضافت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو سنّتِ نبویؐ سے احادیثِ نبویہؐ[3] ہی مراد لی جاتی ہیں۔ محدثین و فقہاء نے حدیث اور سنّت کو خاص اصطلاح میں استعمال تو کیا ہے لیکن اُدلّہ واُصول میں ان دونوں کو باہم مترادف معنی میں لیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ابواب و عنوانات کے تحت "خبر" کی اصطلاح کا استعمال بھی ان کے ہاں عام ملتا ہے جو حدیث و سنّت سے عام ہے۔

مبحث دوم: خبرِ متواتر کی تعریف، شرائط اور اقسام

1. خبر متواتر کی لغوی و اصطلاحی تعریف

محدثین کی مقرر کردہ بنیادی تقسیمات میں حدیث کی اولین و اہم اصطلاح "متواتر" ہے۔ یہ لفظ "تواتر" سے اسمِ فاعل ہے۔ تواتر سے مراد ہے کسی شئے کا پے درپے، تسلسل سے یکے بعد دیگرے آنا۔ **ناقة مواترة: تضع ركبتها، ثم تمكث ثم تضع**

1 Ibn Ḥajar al-`Asqalānī, Aḥmad ibn ʻAlī,*Nuzhat al-Naẓar fi Tawḍīḥ Nukhbat al-Fikr fi Muṣṭalaḥ Ahl al-Athar* (Riyadh: Maṭbaʻat al-safīr, 1422 AH), p.35.

2 Al-Zarkashī, Muhammad ibn ʻAbd Allāh, *Al-Bahr al-Muhīt fī Uṣūl al-Fiqh* (n.p.: Dār al-Kutubī, 1994 CE), 6: 6. ; ʻAlāʼ al-Dīn, ʻAbd al-ʻAzīz ibn Aḥmad, *Kashf al-Asrār Sharḥ Uṣūl al-Bazdawī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 1997 CE), 2: 359. ; Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā, *Al-Muwāfaqāt* (Dār Ibn ʻAffān, 1997 CE), 4: 293. ; Ibn Taymiyya, Aḥmad ibn ʻAbd al-Ḥalīm, *Majmūʻ al-Fatāwā* (Saudi Arabia: Majmaʻ al-Malik Fahd li-Ṭibāʻat al-Muṣḥaf al-Sharīf, 1995 CE), 18: 6, 7. ; Ibn Amīr Ḥājj, Muhammad ibn Muhammad, *Al-Taqrīr wa al-Taḥbīr* (n.p.: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1983 CE), 2: 223. ; Al-Shawkānī, Muhammad ibn ʻAli, *Irshād al-Fuḥūl ilā Taḥqīq al-Ḥaqq min ʻIlm al-Uṣūl* (n.p.: Dār al-Kitāb al-ʻArabī 1999 CE), 1: 95.

3 Al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, *Tahdhīb al-Asmāʼ wa al-Lughāt* (Beirut: Dār al-Fikr, 1996 CE), 3: 148.

الأخرى[4]۔ ایسی اونٹنی کو ناقہ متواترہ کہا جاتا ہے جو ایک پاؤں رکھے پھر دوسرا پاؤں بڑھائے۔ یعنی ایک کے بعد ایک، مسلسل قدم بڑھاتی جائے۔ اصطلاح میں ایسی خبر جس سے علمِ ضروری کا حصول ہو "خبرِ متواتر" کہلاتی ہے۔

حافظ ابن الصلاح خبرِ متواتر کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

فإنه عبارة عن الخبر الذي ينقله من يحصل العلم بصدقه ضرورة، ولا بد في إسناده من استمرار هذا الشرط في رواته من أوله إلى منتهاه[5]

متواتر سے مراد وہ خبر ہے جسے ایسا شخص نقل کرتا ہے جو کسی چیز کی سچائی کے بارے میں علمِ ضروری رکھتا ہے۔ اور اس کی سند میں لازمی شرط یہ ہے کہ اس کے راویوں میں یہ شرط ابتدا سے انتہا تک مسلسل جاری رہے۔

حدیثِ متواتر میں "تواتر" سے مراد رواۃ کی کثرت ہے۔ مختلف ائمہ و محدثین نے تعداد کی کثرت کا تعین تین، چار، پانچ، سات، دس، بارہ، چالیس، ستر اور بعض نے اس سے بھی زیادہ کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن ابنِ حجر کی تعریف کو ترجیح حاصل ہے ان کا کہنا ہے کہ: **فلا معنى لتعيين العدد على الصحيح**[6] اصل یہ ہے کہ عدد کی تعیین کوئی معنی نہیں رکھتی۔ لہٰذا اکثر علماء کا مؤقف مخصوص عددی حد مقرر نہ ہونے میں ہے[7]۔ یعنی متواتر حدیث راویان کی ایک کثیر تعداد سے منقول ہو۔ اور یہ کہ جب روایت میں کثرت رواۃ کی متعین تعداد کے بغیر تواتر کی بقیہ شرائط بھی پوری ہو جائیں تو یہ حدیث متواتر یا خبر متواتر کہلاتی ہے۔

عام فہم الفاظ میں یہ کہنا مناسب ہو گا کہ جو خبر واحد نہیں ہے وہ متواتر ہے۔ ایسی حدیث جسے کئی لوگ بیان کریں یہاں تک کہ بعض اوقات راویان کا شمار بھی ممکن نہ ہو۔

2. خبر متواتر کی شرائط

علماءِ اصولِ حدیث نے خبر متواتر کی شرائط اور اس کے راویوں کی تعداد کے بارے میں مختلف آراء بیان کی ہیں۔

خطیب بغدادی کے مطابق: "ایک جماعت قلیل مدت میں بیان کرے۔ مشاہدہ سے ان کا جھوٹ پر عدم اتفاق معلوم ہو جائے۔ یا ان کا باہم ساز باز کا امکان نہ ہو جس سے شبہ کی گنجائش نکلتی ہو۔ ان پر ظلم و جبر یا جھوٹ کہلوانے کے اسباب بھی موجود نہ ہوں تو ایسی جماعت کی خبرِ متواتر کی صداقت یقینی ہے۔ اور اس سے ضروری علم کا حصول واجب ہوتا ہے۔"[8]

ابن حجر عسقلانی کے مطابق: "راویان کی اتنی تعداد بیان کرے کہ ان کا عادتاً جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔ یہ کثرت سند کی ابتدا و انتہاء میں برقرار رہے۔ چونکہ تواتر اس کی اولین شرط ہے تو کسی درجے میں بھی تواتر کی تعداد سے کم نہ ہو۔ خبر محض عقلی نہیں بلکہ حسی یا مشاہداتی ہو یعنی راوی حدثنا، سمعنا، رأینا وغیرہ کے الفاظ سے روایت کریں۔ خبر سے یقینی و ضروری علم کا حصول ہو۔"[9]

الجزائری کے مطاق: "تواتر کی حد یہ ہے کہ جس میں شک کا امکان نہ ہو۔ جیسے کہ انبیاء کرامؑ کے وجود کا علم، مشہور شہروں کا پایا جانا وغیرہ۔ اور یہ

---

4 Aḥmad ibn Fāris, *Muʿjam Maqāyīs al-Lugha* (n.p.: Dār al-Fikr, 1399 AH), 6: 84.

5 Ibn al-Ṣalāḥ, ʻUthmān ibn ʻAbd al-Raḥmān, *Muqaddimah Ibn al-Ṣalāḥ* (Syria: Dār al-Fikr, 1406 AH), p.267.

6 *Nuzhat al-Naẓar fi Tawḍīḥ Nukhbat al-Fikr fi Muṣṭalaḥ Ahl al-Athar*, p.37.

7 Al-Naawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, *Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj*, (Beirut: Dār Iḥya al-Turāth al-ʻArabi, 1392 AH), 1: 131. ; Al-Suyūṭī, Jalāl al-Din, *Tadrīb al-Rāwī fī Sharḥ Taqrīb al-Nawawī* (n.p.: Dār Tayyabah N.D.), 2: 176.

8 Al-Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakr Aḥmad ibn ʻAlī, *Al-Kifāya fī Maʻrifat Uṣūl ʻIlm al-Riwāya* (Dammam: Dār Ibn al-Jawzī, 1432 AH), 1: 108.

9 Ibn Ḥajar al-ʻAsqalānī, Aḥmad ibn ʻAlī, *Nukhbat al-Fikr fī Muṣṭalaḥ Ahl al-Athar* (Cairo: Dār al-Hadīth 1997 CE), p.21. ; *Nuzhat al-Naẓar fi Tawḍīḥ Nukhbat al-Fikr fi Muṣṭalaḥ Ahl al-Athar*, p.39. ; Al-jazāʼirī, Ṭāhir ibn Ṣāliḥ, *Tawjīh al-naẓar ilā Uṣūl al-Athar* (Aleppo: Maktabat al-Maṭbūʻāt al-Islāmiyya, 1416 AH), 1: 108. ; *Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj*, 1: 131. ; *Tadrīb al-Rāwī fī Sharḥ Taqrīb al-Nawawī*, 2: 176.

کہ تواتر نبیؐ کی بعثت سے عہد بہ عہد ہر زمانے میں قائم رہا ہو۔"[10]
واضح ہوتا ہے کہ ایسی خبر یا روایت جس کی داخلی سچائی یقینی طور پر ثابت ہو۔ اسے وہ لوگ نقل کریں جن کی صداقت پر کسی کو شک نہ ہو۔ یعنی یہ روایت ایسے قابلِ اعتماد راویوں کی زنجیر سے منسلک ہو جہاں ہر راوی کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ سچ بولنے والا ہے۔ اور ایک کثیر تعداد میں راویان نقل کریں اور یہ تسلسل روایت کی ابتدا سے انتہا تک برقرار رہے۔ ایسی روایت کو عام طور پر "خبر متواتر" کہا جاتا ہے، جس کی صداقت یقینی اور ناقابلِ انکار ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ خبر متواتر کی تعریف میں کم سے کم تین رواۃ ضروری ہیں اور پھر اس سے زیادہ کی تعداد والی احادیث کو ہی متواتر کی اصطلاح میں شامل کیا گیا ہے۔ بشرطیکہ یہ تواتر ایک طبقے سے اگلے طبقے تک مسلسل اور یقینی رہے۔ یعنی راویان کی تعداد کسی درجے میں بھی تین سے کم نہ ہو۔ چنانچہ خبرِ متواتر کے مسلّمہ اصولوں میں:

* کثرت رواۃ
* ہر دور وطبقہ میں کثرت کا تسلسل قائم رہنا
* رواۃ کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہو اور یقین کا حصول ہو شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو
* خبر محض عقلی نہ ہو، بلکہ حسی ومشاہداتی ہو

جیسی شرائط شامل ہیں۔ چنانچہ مذکورہ شرائط کے تحت متواتر روایات کی تعداد اخبار احاد سے بہت کم ہے۔ واضح رہے کہ متواتر کی شرائط میں سے اولین شرط یعنی راویان کی تعداد کا لحاظ ہی کامل وجہ نہیں تسلیم کی جاتی بلکہ ان کی عدالت وصداقت کا معتبر ہونا بھی لازمی ہے۔ بلکہ بعض علمائے اصول نے ان کا مختلف علاقوں سے ہونا بھی قرائن میں سے شمار کیا ہے[11]۔ اس کے علاوہ خارجی طور پر کسی معاملہ میں امت کا تعامل وسکوت بھی حجت تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ادبِ حدیث میں تواتر بالتعامل اور تواتر بالسکوت کی کثیر تعداد موجود ہے۔ اسی طرح عبادات، معاملات، اخلاقیات کے اصول میں وارد تمام احادیث متواتر بالتعامل ہیں[12]۔
راویان کے کسی طبقہ میں بھی ان شرائط میں کمی متعلقہ خبر کو تواتر کی تعریف سے خارج کر دے گی۔ لہٰذا بیان کرنے والوں کی کثیر تعداد سے مستقل اور باہم یکساں تسلسل سے خبر کا مروی ہونا اور اس سے علم یقینی کا حصول خبر متواتر کی اولین وبنیادی صفات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ 'راویان پر جرح جس طرح اخبار آحاد میں رائج ہوتی ہے۔ اس انداز سے متواتر میں تفتیش نہیں کی جاتی ہے'[13]۔ کیونکہ متواتر کے رواۃ کی کثرت ہی اس کی دلیل ہے کہ اس قدر تعداد سے جھوٹ کا صادر ہونا یا جھوٹ پر متفق ہونا ممکن نہیں رہ جاتا۔ لہٰذا خبر متواتر کے رجال پر بحث نہیں کی جاتی مگر اس سے علمِ یقینی ضروری کے حصول کے سبب سے اسے واجب للعمل قرار دیا جاتا ہے۔

3. خبرِ متواتر کی اقسام

اصولیین کے ہاں خبر متواتر کے مختلف درجات واقسام پائی جاتی ہیں۔ اس میں اِسناد، طبقات، تعامل اور خبرِ واحد کی صورت میں مشترکات شامل ہیں۔

* تواتر کی معروف قسم تواتر فی الإسناد ہے جیسے حدیث: من كذب عليّ متعمداً۔۔۔ہے۔
* بعض اوقات تواتر طبقہ کی حیثیت میں ہوتا ہے۔ مثلاً تواتر القرآن۔ جو مشرق ومغرب کی وسعتوں میں درس وتلاوت، حفظ وقراءت کے لحاظ سے معیّن اِسناد سے بلا احتیاج عہد بہ عہد، طبقہ بہ طبقہ چلا آرہا ہے۔
* کبھی تواتر تعامل وتوارث کی صورت میں عہدِ نبویؐ سے تاحال عمل پذیر ہے۔ مثلاً مسواک کرنا

[10] *Tawjīh al-naẓar ilā Uṣūl al-Athar*, 1: 117.
[11] Al-Subkī, Tāj al-Dīn, *Jam' a al-Jawāmi' fī Uṣūl al-Fiqh* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 1424 AH), p.66.
[12] Salafī, Muhammad Ismā'īl, *Maqālāt Ḥadīth* (Gujrānwala: umm al-Qurā Publications, jUly, 2012), p.200.
[13] *Tadrīb al-Rāwī fī Sharḥ Taqrīb al-Nawawī*, 2: 176.

* اور قدرِ مشترک میں تواتر جیسا کہ معجزات میں ہے۔ تواتر کی یہ قسم اگرچہ اخبارِ آحاد کی صورت میں سامنے آتی ہے تاہم قدرِ مشترک میں تواتر کا پایا جانا قطعی ہے۔ جیسے کہ حاتم طائی کا سخی ہونا تو اخبارِ آحاد سے ثابت ہوتا ہے لیکن اس کی سخاوت تواتر سے ثابت ہوتی ہے۔[14]

تاج الدین السبکی کے مطابق: متواتر سے مراد ایسی خبر جو معنی یا لفظ کے اعتبار سے متواتر ہو۔ اور یہ ایسی خبر ہوتی ہے جسے اتنی بڑی جماعت نقل کرتی ہے کہ اس کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ اور یہ خبر کسی محسوس چیز، مشاہدے یا تجربے پر مبنی ہوتی ہے، اور جب اس کی یہ شرائط پوری ہوں تو یقین حاصل ہو جاتا ہے۔[15]

لہٰذا داخلی طور پر خبرِ متواتر کی دو مشہور قسمیں ہیں:

متواتر لفظی اور متواتر معنوی

متواتر لفظی: سے مراد وہ خبر ہے جس کے راویان کے الفاظ میں باہم موافقت پائی جائے۔ مثلاً مختلف روایات میں یہ بیان کیا جائے کہ فلاں شخص نے فلاں شہر کو فتح کیا۔ اور یہ کہ ہر خبر میں راویان ایک ہی لفظ یا اس کے مساوی الفاظ سے روایت کریں جو معنی و مقصود پر واضح دلیل ہوں[16]۔ یعنی رواۃ کا یہ تواتر لفظاً و معناً مسلّم ہو۔ مزید یہ کہ رواۃ کی روایت میں الفاظ کا اشتراک متواتر قائم و جاری رہے۔ خواہ ہو بہو الفاظ کے ساتھ ہو یا مساوی و قائم مقام سے۔ مثلاً حدیث: **«من كذب علي متعمدا، فليتبوأ مقعده من النار»**[17]

اس عظیم حدیث کا متن صحیح ترین اسناد کے ساتھ متواتر قرار دیا گیا ہے۔ اسے تقریباً چالیس صحابہؓ نے مرفوعاً روایت کیا ہے[18]۔ اَبو بکر الصیرفی "شرح الرسالۃ" میں بیان کرتے ہیں کہ ساٹھ سے زائد اصحاب رسولؐ سے مرفوعاً مروی ہے۔ اَبو القاسم عبد الرحمٰن بن مندہ نے اس کے راویان کی تعداد ستاسی ذکر کی اور کہا ابھی مزید بھی ہیں۔ بعض محدثین نے باسٹھ راوی ذکر کیے ہیں جن میں عشرہ مبشرہؓ بھی شامل ہیں اور یہ کہ عشرہ مبشرہؓ سے حدیثِ مذکورہ کے علاوہ کوئی حدیث متفقہ طور پر روایت نہیں کی گئی۔ بعض علماء کے مطابق راویان کی تعداد دو سو ہے۔ اور مزید یہ کہ متفق علیہ حدیث ہے جسے امامَین نے علیؓ، زبیرؓ، اَنسؓ، اَبو ہریرہؓ اور دیگر صحابہؓ سے روایت کیا ہے۔[19]

حافظ سیوطی نے متواتر لفظی کی متعدد امثلہ ذکر کی ہیں، مثلاً: حدیث حوض (حوضِ کوثر) جسے پچاس سے زیادہ صحابہؓ نے روایت کیا ہے، حدیث: **نضر الله امرأ سمع مقالتي فوعاها** (اللہ اس شخص کو خوشحال کرے جس نے میری بات سنی اور اسے محفوظ کیا)، تقریباً تیس صحابہؓ سے مروی ہے، اور حدیث: **إن هذا القرآن أنزل علىٰ سبعة أحرف**[20] (قرآن سات قراءتوں پر نازل ہوا)، ستائیس صحابہؓ سے مروی ہے۔[21]

ابنِ حجر کے مطابق: احادیث، **من بنیٰ لله مسجداً** اور **المسح على الخفين** اور **رفع اليدين** اور **الشفاعة**، اور **الحوض** اور **رؤية الله في**

---

[14] Al-Kashmīrī, Muhammad Anwar Shah, *Faiḍ al-Bārī ʿalā Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1426 AH), 1: 144.

[15] *Jamʻ a al-Jawāmiʻ fī Uṣūl al-Fiqh*, p.65.

[16] *Tawjīh al-naẓar ilā Uṣūl al-Athar*, 1: 133.

[17] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʻīl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (n.p.: Dār Ṭawq al-Najāḥ, 1422 AH), *Kitāb al-ʻIlm*, Bāb Ithmi Man Kadhaba ʻalā al-Nabī, Ḥadīth no.107. ; Muslim ibn al-Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, n.d.), *Muqaddimat al-Imām Muslim*, Bāb fī al-Taḥdhīr min al-Kadhib ʻalā Rasūl Allāh, Ḥadīth no. 3. ; Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd, *Sunan Ibn Mājah* (n.p.: Dār Iḥyā' al-Kutub al-ʻArabiyyah, n.d.), Bāb al-Taghlīẓ fī Taʻammud al-Kadhib ʻalā Rasūl Allāh, Ḥadīth no. 30. ; Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʻĪsā, *Sunan al-Tirmidhī* (Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998 CE), *Abwāb al-Fitan*, Ḥadīth no. 2257. ; Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʻath, *Sunan Abī Dāwūd* (Beirut: al-Maktabah al-ʻAṣriyyah, n.d.), Kitāb al-ʻIlm, Bāb fī al-Tashdīd fī al-Kadhib ʻalā Rasūl Allāh, Ḥadīth no. 3651.

[18] Al-Bazzār, Abū Bakr Aḥmad ibn ʻAmr, *Musnad al-Bazzār* (al-Madīnah: Maktabat al-ʻUlūm wa al-Ḥikam, 200 CE), 3:187.

[19] *Muqaddimat Ibn Ṣalāḥ*, p.269. ; *al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj*, 1:68. ; *Tadrīb al-Rāwī fī Sharḥ Taqrīb al-Nawawī*, 2:177.

[20] *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, *Kitāb al-Tawḥīd*, Bāb Qawl Allāh Taʿālā: *Faqraʾū mā tayassara…*, Ḥadīth no. 7550.

[21] *Tawjīh al-Naẓar ilā Uṣūl al-Athar*, 1: 138, 139.

الآخرة اور **الأئمة من قريش** وغیرہ بھی متواتر کی مثالوں میں سے ہیں۔[22]

متواتر معنوی: سے مراد ایسی خبر ہے جس میں رواۃ کے الفاظ باہم مختلف ہوں۔ مثلاً ایک ہی وقوع پذیر حالت کے بارے میں کچھ لوگ ایک واقعہ بیان کریں جبکہ ان کے علاوہ دوسرے کوئی اور واقعہ بیان کرتے چلے جائیں۔ لیکن ان کے روایت کردہ واقعات میں مسلسل ایک اشتراک قائم رہے۔ اسی مشترک قدر کو "متواتر باعتبارِ معنی" یا "متواتر معنوی" قرار دیا جاتا ہے[23]۔ یعنی روایت کا تواتر معناً و مفہوماً ثابت و مسلّم ہو۔ جبکہ بیانِ الفاظ میں کمی بیشی ہو۔ جیسے کہ تمام راویان کی مرویات کے الفاظ تو ایک دوسرے سے مختلف ہوں مگر ان روایات کا معنی و مفہوم باہم مطابقت پر مبنی ہو۔ احادیث میں تواتر لفظی کی کثیر تعداد موجود ہے۔ جن میں سے رفع یدین، مسح علی الخفّین، دعا میں ہاتھ اٹھانا، اور اللہ تعالیٰ کا ہر رات میں آسمانِ دنیا پر نزول والی احادیث متواتر معنوی ہی کی مثالیں ہیں۔

متواتر معنوی کی معروف مثال میں سے ہے کہ: جیسے ایک شخص روایت کرے کہ حاتم نے ایک سو دینار عطیہ کیا۔ کوئی اور کہے کہ اس نے سو اونٹ عطیہ کیے۔ کوئی دوسرا کہے کہ اس نے بیس فلس (دھاتی سکّہ) عطیہ کیے۔ اسی طرح چلتے چلتے راویان کی تعداد حدِ تواتر کو پہنچ جائے۔ تو ان تمام اخبار میں ایک بات مشترک ہے اور وہ ہے حاتم کا اپنے مال میں سے کچھ عطیہ کرنا۔ اور یہ بات اس کی سخاوت کی دلیل ہے جو کہ معنوی تواتر کے طریق سے ثابت ہوتی ہے۔[24]

اس سے مراد ہے کہ ایسی تمام اخبار ایک مشترک امر میں شامل ہوں جیسے مذکورہ مثال میں بتایا گیا ہے کہ وہ (حاتم) سخی تھا۔ اس کے بارے مرویات میں سے ہر خبر کا راوی در حقیقت ایک ہی شخص کے وصفِ سخاوت کو مشترکہ طور پر بالواسطہ بیان کر رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جب کسی بھی مشترک امر کے بارے میں مختلف رواۃ کی خبریں تواتر کی حد تک پہنچ جائیں تو یہ متواتر معنوی کے زمرے میں آتی ہیں۔ اور ایسی روایات کے متن میں الفاظ کا مختلف ہونا تو ممکن ہے لیکن ان کا نتیجہ و مقصد ایک ہوتا ہے۔ اگر مختلف پیرائے میں ایک ہی بات بیان کی گئی ہو تب یہ روایت بہر طور تواتر کو برقرار کرتی ہے۔ احادیث کے ذخیرے میں متعدد ایسی روایات پائی جاتی ہیں۔ جیسے کہ حاتم طائی کی سخاوت اخبار آحاد سے اخذ کی گئی ہے تاہم اس کا سخی ہونا تواتر سے معلوم ہے۔

اسی طرح نبی کریمؐ کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور پھر بعد میں چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ جلال الدین السیوطی نے "**فض الوعاء في أحاديث رفع اليدين بالدعاء**" میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے "**تدريب الراوي**" میں بیان کیا ہے کہ: تواتر معنوی کی مثال دعا میں ہاتھ اٹھانے والی احادیث ہیں۔ نبی کریمؐ سے ایسی سو روایات ملتی ہیں جنہیں سیوطیؒ نے ایک حصہ میں جمع کیا ہے۔ اگرچہ ان میں لفظی اشتراک تو نہیں پایا جاتا مگر مجموعی طور پر ان سے دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں تواتر ثابت ہو جاتا ہے[25]۔ اور امام نوویؒ نے اس بارے میں صحیحین یا دونوں میں سے ایک سے تقریباً تیس احادیث جمع کی ہیں[26]۔

حدیث مبارکہ «**ينزل الله إلى السماء الدنيا كل ليلة حين يمضي ثلث الليل الأول...**»[27] متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ ابنِ

---

[22] Ibn Ḥajar al-ʻAsqalānī, Aḥmad ibn ʻAlī, *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Maʻrifah, 1379 AH), 1: 203.

[23] *Tawjīh al-Naẓar ilā Uṣūl al-Athar*, 1: 133.

[24] Al-ʻIrāqī, Aḥmad ibn ʻAbd al-Raḥīm, *al-Ghayth al-* Hāmiʻ *Sharḥ Jamʻ al-Jawāmiʻ* (n.p.: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 1425 AH), p.409. ; *Tawjīh al-Naẓar ilā Uṣūl al-Athar*,1: 134.

[25] *Tadrīb al-Rāwī fī Sharḥ Taqrīb al-Nawawī*, 2: 631. ; *Tawjīh al-Naẓar ilā Uṣūl al-Athar*, 1: 138 ,139.

[26] *Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj*, 6: 190.

[27] Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, *Kitāb al-Tahajjud*, Bāb al-Duʿāʾ fī al-Ṣalāh, Ḥadīth no. 1145. ; Ṣaḥīḥ Muslim, *Kitāb Ṣalāt al-Musāfirīn wa Qaṣrihā*, Bāb al-Targhīb fī al-Duʿāʾ wa al-Dhikr, Ḥadīth no. 168. ; Sunan al-Tirmidhī, *Abwāb al-Ṣalāh*, Ḥadīth no. 446; wa fī *Abwāb al-Daʿawāt*, Ḥadīth no. 3498.

حجر نے مختلف حوالوں سے اٹھارہ اصحابِ رسولؐ کے نام بیان کیے ہیں[28]۔ بدرالدین عینی نے مختلف طرق سے چوبیس صحابہ کرامؓ کے نام ذکر کیے ہیں[29]۔

حدیثِ مبارکہ: «النبي صلى الله عليه وسلم أنه مسح على الخفين»[30] کے بارے میں ابنِ عبدالبرّ کہتے ہیں کہ مسح علی الخفین کے قائلین میں چالیس صحابہ سمیت جمہور صحابہ و تابعین اور فقہائے مسلمین کی ایک کثیر تعداد شامل ہے۔ حسن بصری سے مروی ہے کہ انہوں نے ستّر اصحابِ رسولؐ کو مسح علی الخفین پر عمل کرتے پایا[31]۔ اسے ساٹھ سے زیادہ بعض کے نزدیک اسّی سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے، جن میں جنت کی بشارت یافتہ دس صحابہ بھی شامل ہیں۔[32]

الکتانی بیان کرتے ہیں: ابو بکر بزار سے منقول ہے کہ مسح علی الخفین کے بارے میں مغیرہؓ کی روایت ساٹھ طرق سے مروی ہے جن میں پینتالیس ابنِ مندہ نے نقل کیے ہیں۔ بعض محدثین کی تحقیق کے مطابق اس کی روایت میں عشرہ مبشرہؓ سمیت صحابہؓ کی تعداد ۸۰ سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ مجھ سے ستّر صحابہؓ نے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں حدیث بیان کی[33]۔ اور یہ تمام روایات معنوی اشتراک کی بہترین مثال ہیں۔ جن سے ایک ہی بات یعنی مسح علی الخفین ثابت ہوتی ہے۔

مبحث سوم: خبرِ متواتر کا شرعی حکم اور اعتراضات کا جائزہ

جب کسی روایت میں متواتر کی تمام شرائط جمع ہو جانے سے اس کا متواتر ہونا یقینی ثابت ہو جائے تو اس کے بارے میں اشاعرہ و معتزلہ سے جمہور فقہاء و متکلمین کے اقوال میں متفقہ و مسلّمہ امر یہ کہ جو حدیث متواتر کی شرائط کے مطابق ہو وہ علمِ یقینی ضروری مہیّا کرتی ہے اور اس پر عمل واجب ولازم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ دین میں قطعی حجت ہے۔ جبکہ سمنیہ (قدیم فلسفی فرقہ) اور براہمہ (ہندو فرقہ) متواتر کو حجت نہیں سمجھتے[34]۔ کیونکہ اس سے صرف غالب و قوی گمان ہی کا حصول ہوتا ہے۔ سُمنیہ کے نزدیک علم صرف حواس سے حاصل ہوتا ہے[35]۔ ان میں سے بعض یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ عصری زمانے کے بارے میں خبرِ تواتر سے علم کا حصول ہوتا ہے لیکن ماضی کی صدیوں، قوموں یا اشخاص کے بارے میں ہرگز علم نہیں دیتی ہے[36]۔ ان کی توجیہ یہ ہے کہ جب اخبارِ آحاد سے علمِ یقینی ضروری کا حصول نہیں ہوتا ہے تو متواتر کا تعلق بھی افراد کے مجموعہ سے ہے۔ لہٰذا اس میں یقین کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اس لیے کوئی خبر بھی علمِ یقینی (قطعی) فراہم نہیں کر سکتی ہے۔

ان کے دعویٰ کے بنیادی نکات یہ ہیں کہ:

* تواتر سے یقینی علم نہیں حاصل ہوتا بلکہ ظنِّ غالب کا فائدہ ہوتا ہے جو بظاہر یقین جیسا لگتا ہے۔
* علم کا حصول بذریعہ حواس ہی ممکن ہے۔

---

28 *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī,* 3: 30.

29 Al-ʻAynī, Badr al-Dīn Muḥammad ibn Aḥmad, *ʻUmdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, n.d.), 7:198.

30 Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, *Kitāb al-Wuḍū'*, Bāb al-Mash ʿalā al-Khuffayn, Ḥadīth no. 202. ; Ṣaḥīḥ Muslim, *Kitāb al-Ṭahārah*, Bāb al-Mash ʿalā al-Khuffayn, Ḥadīth no. 75. ; Sunan Ibn Mājah, *Kitāb al-Ṭahārah wa Sunanihā*, Bāb mā jāʾa fī al-Mash ʿalā al-Khuffayn, Ḥadīth no. 545.

31 Ibn ʿAbd al-Barr, Yūsuf ibn ʿAbd Allāh, *al-Istidhkār* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1421 AH), 1: 216 ,217.

32 Al-Sakhāwī, Muḥammad ibn ʿAbd al-Raḥmān, *Fatḥ al-Mughīth bi-Sharḥ Alfiyyat al-Ḥadīth* (Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1403 AH), 3: 40.

33 *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*,1: 306. ; Al-Kattānī, Muḥammad ibn Abī al-Fayḍ, *Naẓm al-Mutanāthir min al-Ḥadīth al-Mutawātir* (Miṣr: Dār al-Kutub al-Salafiyyah, n.d.), p.61.

34 Al-Āmidī, Abū al-Ḥasan Sayf al-Dīn ʿAlī, *al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām* (Beirut: al-Maktab al-Islāmī, n.d.), 2: 15.

35 Al-Ghazālī, Muḥammad ibn Muḥammad, *al-Mustaṣfā* (n.p.: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1993 CE),p.106.

36 Al-Rāzī, Muḥammad ibn ʿUmar, *al-Maḥṣūl* (n.p.: Muʾassasat al-Risālah, 1448 AH), 4: 228.

* بعض کے نزدیک: موجودہ چیزوں پر یقین تو ممکن ہے لیکن قرنِ ماضی کی باتوں کے بارے میں خبرِ متواتر یقین فراہم نہیں کرتی ہے۔
* متواتر میں بھی تو ذریعہ ابلاغ افراد کا مجموعہ ہی ہے۔ لہٰذا کسی خبر سے بھی علمِ یقینی کا حصول ممکن نہیں ہے۔

یہ کہنا کہ تواتر سے علم کا حصول قوی ظنّ پر مبنی ہے نہ کہ اسے علمِ یقینی سمجھا جائے دراصل خبرِ متواتر کے بارے میں ان لوگوں کا یہ دعویٰ بڑی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ میں ان کی دلیل کا رد موجود ہے: جیسا کہ اصولیین کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ متواتر سے بدیہی علم کا حصول ہوتا ہے۔ اس کے حجت ہونے پر ہر کوئی متفق ہے۔ اور تمام دنیاوی حقائق و مسلّمات کا وجود گزشتہ و عصری تواتر پر ہی قائم ہے۔

امام غزالی نے سُمنیہ کے رد میں بیان کرتے ہیں کہ: متواتر کے علمِ یقینی کا موجب ہونا واضح ہے۔ بر خلاف سُمنیہ کے اعتراضِ مردود کے جو علم کو حواس میں محدود کرتے ہیں اور خبر سے حاصل ہونے والے علم کا انکار کرتے ہیں۔ جبکہ ان کی یہ تحدید باطل ہے۔ کیونکہ ہم لازمی طور پر جانتے ہیں کہ جمع واحد سے زیادہ ہے، اور یہ کہ کوئی چیز بیک وقت قدیم اور حادث نہیں ہو سکتی ہے۔ ہم ایسی کئی باتیں جانتے ہیں جو بذریعہ حواس نہیں بلکہ عقل و فہم سے حاصل ہوتی ہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک سُمنیہ کا یہ قول 'علم صرف حواس سے حاصل ہوتا ہے'، خود ان کے نزدیک بھی حِسی نہیں بلکہ عقلی علم کے درجہ میں ہے۔ مثلاً کسی عاقل کو بھی اس میں شبہ نہیں کہ دنیا میں بغداد نامی شہر موجود ہے، اگرچہ وہ خود کبھی بغداد نہ گیا ہو، اسی طرح وہ انبیاء علیہم السلام، تاریخی شخصیات اور ماضی کے مشہور واقعات کی حقیقت میں شک میں نہیں پڑتا۔ اگر وہ (سُمنیہ) معترض ہوں کہ اگر یہ سب بدیہی علم ہوتا تو پھر ہم اس کے منکر ہی کیوں ہوتے؟ تو ہم عرض کریں گے کہ انکار کرنے والا یا تو زبان سے انکاری ہوتا ہے یا اس کی عقل میں خلل واقع ہوتا ہے یا اس کے انکار کی بنیاد محض عناد پر ہے۔ ایسے انکار کا کوئی علمی وزن نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر ہر بدیہی بات کو صرف اسی بناء پر ترک کر دیا جائے کہ کوئی دوسرا اس کا منکر ہے تو پھر ہمیں محسوسات، جیسے کہ آگ کے گرم ہونے کو بھی ترک کرنا پڑے گا اس لیے کیونکہ سوفسطائی اس بات کا انکار کرتے ہیں۔[37]

قرنِ ماضی کی اخبار سے علمِ یقینی کا حصول ممکن نہیں ہے امام رازی اس بارے میں معترض کے شکوک اور ان کے جواب میں بیان کرتے ہیں کہ: دور دراز کے ممالک یا اشخاص کی موجودگی پر ہم قلبی پختگی اور اطمینان پاتے ہیں۔ اور ایسا غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں جیسے کہ ہم مشاہدے سے حاصل شدہ علم پر یقین رکھتے ہیں۔ چنانچہ امورِ گزشتہ کا منکر ایسا ہے جیسے مشاہدات کا منکر اور وہ سنجیدہ گفتگو کے لائق نہیں ہے۔ وہ مخالف کی دو دلیلیں پیش کرتے ہیں، اول: اگر ہم خود سے کہیں کہ ایک دو کا آدھا ہے پھر ہم کہیں کہ حکیم جالینوس یا فلاں فلاں اشخاص ماضی میں موجود تھے جن کی خبر ہمیں تواتر سے پہنچی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ پہلا یقین دوسرے سے زیادہ قوی و مستحکم ہے۔ اور دونوں میں اس تفاوت ظاہر سے پتہ چلا کہ دوسرا یقین نقیض پر محتمل ہے۔ اور جب نقیض کا احتمال موجود ہو تو وہ چیز "یقین" نہیں کہلا سکتی ہے۔ دوم: 'میرا اپنے بچے کو اس یقین سے دیکھنا کہ یہ وہی ہے جو مَیں نے کل دیکھا تھا'، یہ یقین بھی خبرِ تواتر سے حاصل شدہ یقین جیسا ہے بلکہ اس سے زیادہ قوی ہے لیکن درحقیقت یہ بھی یقینی امر نہیں ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ کوئی دوسرا میرے بچے سے مکمل مشابہت رکھتا ہو، خواہ وہ کسی قادرِ مطلق (اللہ تعالیٰ) نے پیدا کیا ہو یا پھر دہریوں کے قول کے مطابق کسی فلکیاتی نظام کی ضرورت سے تخلیق ہوا ہو۔ لہٰذا یہ یقین بھی اپنی ذات میں ایک ظنّ ہے۔ پس تواتر سے حاصل ہونے والا یقین بھی درحقیقت یقین نہیں بلکہ "ظنّ" ہی ہے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ بالکل اسی طرح اگر ہم احتمال ظاہر کریں کہ یہ جو شخص آج سامنے ہے، کل والا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مشاہدات بھی مشکوک ہو جائیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ گمان کہ شاید اللہ تعالیٰ نے اس جیسا پیدا کر دیا ہو یا فلکیاتی اسباب سے وجود میں آ گیا ہو، اشتباہ ہو گا اور اشتباہ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے، لہٰذا ایسا ممکن نہیں ہے۔ مزید یہ کہ آج والے بچے کو ہی کل والا ماننا، اس دلیل کی بنیاد پر ہو تو تو جو لوگ اس دلیل سے لاعلم ہیں ان میں کبھی یقین پیدا ہی نہ ہونا چاہیے۔ جبکہ مشاہدے میں آتا ہے کہ عوام الناس قطعی یقین کے حامل ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس فلسفیانہ دلیل کو نہیں جانتے ہوتے۔ لہٰذا یہ استدلال ناقابلِ قبول ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بحث دراصل بدیہی امور یعنی "ضروریات" میں شبہ پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ اور ایسی تشکیک زدہ باتوں کا جواب دینا ضروری نہیں ہے جیسے کہ مشاہدات کے منکر کی پیدا کردہ تشکیک کا جواب دینا بھی اہم نہیں سمجھا جاتا ہے۔[38]

---

37 *al-Mustaṣfā*,p.106.
38 *al-Maḥṣūl*,4: 228 -230.

تجزیاتی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو 'ایک دو کا آدھا ہونا' حسابی علم ہے اور حسابی یا ریاضیاتی علم بھی ضروری مگر نظری ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنے بچے کے حقیقت کے بارے میں سوال اٹھا کر گویا کہ مذکورہ شخص، حسی علم کا بھی انکار رہا ہے جو کہ ناممکنات میں سے ہے۔ اگر دنیا میں متواتر کے وجود کو ثابت شدہ تسلیم نہ کیا جائے تو بہت سے تاریخی وانسانی مسلّمات جیسے کہ اہرامِ مصر کی تعمیر کب اور کس دور میں ہوئی؟ ہلاکو اور چنگیز خان کا دنیا کو تہ وتیغ کرنا، سکندرِ اعظم کی فتوحات، دینی وقومی رہنماؤں کا وجود اوران کی تعلیمات میں تشکیک پیدا ہو جائے گی۔ تمام دنیاوی وتجرباتی علوم وتحقیقات اور ایجادات کی بنیادیں ہل کر رہ جائیں گی۔ ان کے مؤجدین کے ناموں میں ابہام پیدا ہو جائے گا اور یونانی علوم، سائنسی اکتشافات سے اعتبار اٹھ جائے گا۔ یہاں تک کہ عصری موجودات میں سے جن چیزوں تک انسان کی اپنی رسائی نہیں ہوئی ہے ان کا ہونا بھی مشکوک ٹھہرے گا۔ علاوہ ازیں سارا علم الانساب بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا۔ لہٰذا یہ بے اصل باتیں ہیں۔ تاریخی حقائق سے ان کا باطل ہونا واضح ہے۔ یہ تشکیکِ محض ہے۔ بلاشبہ کوئی بھی عاقل آدمی اس قسم کی لایعنی گفتگو نہیں کر سکتا۔ اس کی حیثیت ایک فرضی سوچ اور باطل خیال سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ پس واضح ہوتا ہے کہ نہ صرف عصری موجودات کے بارے میں اخبار کامل یقین فراہم کرتی ہیں بلکہ:

* اقوامِ ماضی و نقل شدہ حالات وواقعات حقیقی وجود رکھتے ہیں۔ اور یہ یقین مشاہدے جیسا ہی ہے۔
* اگر بچہ کے بارے میں شک درست تسلیم کر لیا جائے تو مشاہدات پر کوئی بھی یقین باقی نہ رہے۔
* اللہ تعالیٰ سے تلبیس کا ظہور محال ہے، کیونکہ یہ حکمتِ الٰہیہ کے خلاف عمل ہے۔
* اور جو لوگ اس فلسفیانہ دلیل کو نہیں جانتے ان میں بھی یقین پایا جاتا ہے۔ لہٰذا یقین صرف اسی دلیل پر موقوف نہیں ہے۔
* اس قسم کی تشکیک بدیہی حقائق وضروریات کو مشکوک کرنے والی ہے اس کا جواب دینا لازمی نہیں ہے۔

اس ضمن میں الجزائری کی تواتر کی تعریف بہت اہمیت رکھتی ہے کہ: تواتر کی صحیح تعریف یہ ہے کہ جس خبر سے ایسا علم حاصل ہو کہ اس میں شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ جیسے انبیاء کے وجود کا علم اور مشہور شہروں کے وجود کا علم وغیرہ۔ اور یہ کہ تواتر عہد بہ عہد قائم رہا ہو حتیٰ کہ عہدِ نبوی ﷺ تک جا پہنچے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ خبر میں ایسا احتمال نہ ہو کہ کسی زمانہ میں تواتر ختم ہوا ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید کے بارے میں تواتر یقینی ہے۔[39]
تاج الدین السبکی بھی یہی کہتے ہیں کہ متواتر سے حاصل ہونے والا علم ضروری (قطعی) ہوتا ہے[40]۔ البتہ أبو القاسم الکعبی معتزلی[41] اور امام الحرمین اور امام رازی کے نزدیک یہ علم نظری یعنی استدلالی ہوتا ہے۔ امام الحرمین نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ اس کا توقف ان مقدمات (یعنی دلائل) پر ہوتا ہے جو پہلے سے موجود ہوں۔ نہ کہ یہ کہ اس کے بعد تحقیق کی ضرورت محسوس ہو۔ امام آمدی نے اس بارے میں توقف کیا ہے۔ یہ کہ اگر راوی مشاہدے یعنی عین دیکھنے کی بنیاد پر خبر دیں تو وہی مطلوب ہے ورنہ ہر طبقے میں یہی شرط ہو گی۔[42]
علمِ نظری یا استدلالی سے مراد ہے غور و فکر سے حاصل ہونے والا علم یعنی مختلف ذرائع سے حاصل شدہ علم کی جمع تفریق سے کسی نتیجے پر پہنچنا ہے۔ امام غزالی کے مطابق خبرِ متواتر کے بارے میں یہ نظریہ باطل ہے: کیونکہ نظری علم وہ ہوتا ہے جس میں شک کا امکان ہو اور کچھ لوگ سمجھ سکیں اور کچھ نہ سمجھ پائیں۔ جیسے کہ عورتیں، بچے اور وہ لوگ جو تفکّر کی اہلیت نہیں رکھتے۔ جبکہ ہم سب مع بچوں اور عورتوں کے، سب عوام، مکہ، شافعی اور دیگر مشہور امور کے بارے میں بغیر کسی تلاش و تحقیق کے یقین رکھتے ہیں۔۔۔ اگر "ضروری علم" سے مراد بلاواسطہ علم ہو جیسے کہ "قدیم شئے حادث نہیں ہو سکتی" یا پھر "موجود معدوم نہیں ہو سکتا" تب تو خبرِ متواتر سے حاصل شدہ علم ضروری نہیں بنے گا۔ لیکن اگر مراد یہ ہو کہ یہ علم بغیر کسی باقاعدہ استدلال کے عقل میں پیدا ہو جاتا ہے تو پھر یہی ضروری علم ہے[43]۔ جو کہ خبرِ متواتر سے حاصل

[39] *Tawjīh al-Naẓar ilā Uṣūl al-Athar*,1: 111.
[40] *Jam' a al-Jawāmi' fī Uṣūl al-Fiqh*,p.66.
[41] Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, *al-Bidāyah wa al-Nihāyah* (n.p.: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʿArabī, 1988 CE), 11: 186. ; *al-Mustaṣfā*, p.106.
[42] *Jam' a al-Jawāmi' fī Uṣūl al-Fiqh*,p.66.
[43] *al-Mustaṣfā*,p.106.

ہو جاتا ہے۔ چونکہ حسابی علم کا شمار نظری علم میں ہوتا ہے اور ضروری اور نظری علم میں ضد نہیں ہے لہٰذا تواتر اور تجربہ سے حاصل شدہ علم بھی اسی زمرے میں شامل ہے۔ محض خبر دینے والے کا قول علم فراہم نہیں کرتا جب تک کہ اس میں دو باتیں جمع نہ ہو جائیں ایک یہ کہ کثیر تعداد میں لوگ، باوجود باہمی اختلافات اور مقاصد کے تفاوت کے، کسی جھوٹ پر اکٹھے نہ ہو سکیں۔ دوسرے وہ سب ایک ہی خاص واقعے کے بارے میں آگاہی مہیا کرنے والے ہوں، تو یہ بات مسلّمہ ہے کہ ان دونوں باتوں کے ادراک سے علم اور تصدیق حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ محسوس کرنے والا شخص اس علم کے شعور سے بھی بے خبر ہو۔ چنانچہ جمہور کا ماننا ہے کہ تواتر کی ان شرائط پر مشتمل خبر سے یقینی علم کا حصول لازم ہو جاتا ہے۔ ابنِ حجر بیان کرتے ہیں کہ:

"متواتر وہ (خبر) ہے جو یقینی علم فراہم کرتی ہے۔ یقین سے مراد ہے پختہ اور مطلق اعتقاد، یعنی ایسا عقیدہ جو حقیقت کے عین مطابق ہو۔ یہی بات معتبر ہے کہ خبرِ متواتر ضروری و بدیہی علم فراہم کرتی ہے۔ محدثین کے قول کے مطابق ضروری علم وہ ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو اس سے آگاہی حاصل ہو تو وہ اسے ردّ نہ کر سکے۔ بعض کا خیال ہے کہ خبر متواتر سے صرف نظری علم حاصل ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ خبرِ متواتر سے اکثر ایسا عام آدمی بھی علم حاصل کر لیتا ہے جس کے پاس نظر استدلال کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ نظری علم میں معلومات یا ظنّیات کو ترتیب دے کر یقینی یا ظنّی علم حاصل کیا جاتا ہے۔ اور عام آدمی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر خبرِ متواتر سے صرف نظری علم کا حصول ہوتا تو عوام اس سے مطلع نہ ہوتے۔ لہٰذا ضروری بغیر استدلال کے علم کا فائدہ دیتا ہے جبکہ نظری بھی مفید ہے مگر استدلال کے ساتھ۔ اسی طرح علمِ ضروری سے ہر سامع مستفید ہو سکتا ہے جبکہ نظری سے اسی کو واقفیت ہو سکتی ہے جس میں پرکھنے کی صلاحیت ہو گی۔"[44]

الجزائری کے مطابق: پس ایسی خبر جسے امت نے بطورِ تصدیق یا تعامل قبولیت کے ساتھ حاصل کیا ہو۔ تو وہ جمہور سلف و خلف کے نزدیک علمِ یقینی کا فائدہ دیتی ہے اور خبر متواتر کے معنی میں ہے۔[45]

الکتانی کے مطابق: **والعلم الحاصل به ضروري على الأصح وهو مذهب الجمهور من المحدثين والأصوليين**[46]

ابن الھمام کے مطابق: متواتر وہ خبر ہے جو ایسی جماعت نے بیان کی ہو کہ وہ اپنے آپ میں ہی علم پیدا کرتی ہے، نہ کہ خارجی قرائن کے ذریعے[47]۔ **والخبر المتواتر مفيد للعلم بنفسه**[48]۔ خبر متواتر خود اپنی ذات میں علم کے لیے مفید ہے۔ یعنی اس سے مستفید ہونے کے لیے کسی خارجی دلیل یا قرائن کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اِسناد کے علم میں حدیث کی صحت یا ضعف پر تحقیق کی جاتی ہے تا کہ اس پر عمل کیا جائے یا اسے ترک کر دیا جائے۔ اس تحقیق میں خاص طور پر راویوں کی صفات اور ادائیگی کے طریقوں کو دیکھا جاتا ہے۔ تاہم، متواتر حدیث کے راویوں کے بارے میں تحقیق نہیں کی جاتی۔ **بل يجب العمل به من غير بحث**[49]۔ خبرِ متواتر تو مکمل طور پر قابلِ قبول ہے کیونکہ وہ اپنے راوی کی سچائی پر یقینی علم فراہم کرتی ہے۔[50]

جلال الدین سیوطی کے مطابق: متواتر ایسی روایت ہے جسے ان لوگوں نے نقل کیا ہو جن کی صداقت سے بدیہی علم حاصل ہوتا ہے۔ اس کی سند میں ابتدا سے انتہا تک یہ وصف قائم رہے۔ اس پر عمل واجب ہے۔ بغیر اس سے کہ رواۃ کے حالات کی تحقیق کی جائے۔[51]

چنانچہ امت کا اجماع ہے کہ خبرِ متواتر شریعتِ مطہرہ کا قطعی ذریعہ ہے کیونکہ متواتر روایات علمِ یقینی فراہم کرتی ہیں۔ جو کہ "یقینی قطعی" کہلاتا ہے۔ ایسا علم جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا فقہاء و اصولیین کے نزدیک خبرِ متواتر بالاتفاق قابلِ حجت و استدلال ہے اور جب اس کی نسبت رسولؐ اللہ کی طرف یقینی ہو تو اس پر عمل شرعاً واجب ہو جاتا ہے۔

---

44 *Nuzhat al-Naẓar fi Tawḍīḥ Nukhbat al-Fikr fi Muṣṭalaḥ Ahl al-Athar*,p.42.
45 *Tawjīh al-Naẓar ilā Uṣūl al-Athar*,1:323.
46 *Naẓm al-Mutanāthir min al-Ḥadīth al-Mutawātir*, p.13.
47 Al-Mullā al-Qārī, ʿAlī ibn Muḥammad, *Sharḥ Nukhbat al-Fikar fī Muṣṭalaḥāt Ahl al-Athar* (Beirut: Dār al-Arqam, n.d.), p.164.
48 *Tawjīh al-Naẓar ilā Uṣūl al-Athar*,1: 108.
49 *Nuzhat al-Naẓar fi Tawḍīḥ Nukhbat al-Fikr fi Muṣṭalaḥ Ahl al-Athar*,p.43.
50 *Nuzhat al-Naẓar fi Tawḍīḥ Nukhbat al-Fikr fi Muṣṭalaḥ Ahl al-Athar*,p.55.
51 *Tadrīb al-Rāwī fī Sharḥ Taqrīb al-Nawawī*,2: 176.

رہا یہ اعتراض کہ خبرِ متواتر بھی تو افراد ہی کے مجموعہ سے حاصل ہوتی ہے، تو اس میں یقین کہاں ہے؟

یہ درست ہے کہ متواتر خبر بھی بذریعہ افراد نقل ہوتی ہے۔ لیکن منجملہ باقی شرائط کے اس میں افراد کی اتنی کثرت ہوتی ہے کہ ان سب کا جھوٹ پر اجماع عقلاً محال سمجھا جاتا ہے۔ بعینہٖ دنیامیں تاریخ وجغرافیہ اوردوسرے تمام دنیاوی حقائق بھی تواسی اجتماعی نقل وابلاغ سے جانے جاتے ہیں۔ جیسے مشرق ومغرب میں آباد شہروں اور ملکوں کا وجود، جیسے انبیاء واہم تاریخی شخصیات، جیسے قرآن مجید کا متن وغیرہ۔

حاصلِ بحث

تشریح وتوضیح میں حدیث کا مقام ثابت ہے۔ اگرچہ قرآن وحدیث میں روایتی واستنادی لحاظ سے تفاوت مسلّم ہے لیکن مرتبہ واحتجاج میں احادیثِ ثابتہ وصحیحہ قرآن کی مثل قراردی جاتی ہیں۔ کیونکہ دونوں کا منبع ایک ہی ہے۔ عبادات ورسمیاتِ دین جیسے نمازاوراس کے ارکان وواجبات اور سنن کو کثرتِ رواۃ کی بناء پر متواتر ہونے کا شرف حاصل ہے اور 'ان کا ترک کفر ہے'[52]۔ اس میں بعض روایاتِ آحاد بھی شامل ہیں لیکن یہ اپنے مرتبے میں اخباری مرویات سے اعلیٰ ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید اپنی قطعیت وتواتر میں سنّت سے افضل ہے۔ اور خبرِ متواتر اسلام میں ایک قطعی اور ناقابلِ انکار دلیل ہے۔ جس پر دین کے بنیادی عقائد اوراعمال کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ امتِ مسلمہ کے تمام مکاتبِ فکر اس کی حجیت پر متفق ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* ‘Alā’ al-Dīn, ‘Abd al-‘Azīz ibn Aḥmad, *Kashf al-Asrār Sharḥ Uṣūl al-Bazdawī* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1997 CE)
* Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ash‘ath, *Sunan Abī Dāwūd* (Beirut: al-Maktabah al-‘Aṣriyyah, n.d.)
* Aḥmad ibn Fāris, *Mu‘jam Maqāyīs al-Lugha* (n.p.: Dār al-Fikr, 1399 AH)
* Al-‘Aynī, Badr al-Dīn Muḥammad ibn Aḥmad, *‘Umdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, n.d.)
* Al-‘Irāqī, Aḥmad ibn ‘Abd al-Raḥīm, *al-Ghayth al-* Hāmi‘ *Sharḥ Jam‘ al-Jawāmi‘* (n.p.: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1425 AH)
* Al-Āmidī, Abū al-Ḥasan Sayf al-Dīn ʿAlī, *al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām* (Beirut: al-Maktab al-Islāmī, n.d.)
* Al-Bazzār, Abū Bakr Aḥmad ibn ‘Amr, *Musnad al-Bazzār* (al-Madīnah: Maktabat al-‘Ulūm wa al-Ḥikam, 200 CE), 3:187.
* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (n.p.: Dār Ṭawq al-Najāḥ, 1422 AH)
* Al-Dāramī, ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Raḥmān, *Musnad al-Dāramī al-Maʿrūf bi-Sunan al-Dāramī* (Cairo: Dār al-Taṣīl, 2015 CE)
* Al-Ghazālī, Muḥammad ibn Muḥammad, *al-Mustaṣfā* (n.p.: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1993 CE)
* Al-jazā’irī, Ṭāhir ibn Ṣāliḥ, *Tawjīh al-naẓar ilā Uṣūl al-Athar* (Aleppo: Maktabat al-Maṭbū‘āt al-Islāmiyya, 1416 AH)
* Al-Kashmīrī, Muhammad Anwar Shah, *Faiḍ al-Bārī ‘alā Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1426 AH), 1: 144.
* Al-Kattānī, Muḥammad ibn Abī al-Fayḍ, *Naẓm al-Mutanāthir min al-Ḥadīth al-Mutawātir* (Miṣr: Dār al-Kutub al-Salafiyyah, n.d.)
* Al-Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakr Aḥmad ibn ‘Alī, *Al-Kifāya fī Ma‘rifat Uṣūl ‘Ilm al-Riwāya* (Dammam: Dār Ibn al-Jawzī, 1432 AH)
* Al-Mullā al-Qārī, ʿAlī ibn Muḥammad, *Sharḥ Nukhbat al-Fikar fī Muṣṭalaḥāt Ahl al-Athar* (Beirut: Dār al-Arqam, n.d.)
* Al-Naawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, *Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj*, (Beirut: Dār Iḥya al-Turāth al-‘Arabi, 1392 AH)
* Al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, *Tahdhīb al-Asmā’ wa al-Lughāt* (Beirut: Dār al-Fikr, 1996 CE)
* Al-Rāzī, Muḥammad ibn ʿUmar, *al-Maḥṣūl* (n.p.: Muʾassasat al-Risālah, 1448 AH)
* Al-Sakhāwī, Muḥammad ibn ʿAbd al-Raḥmān, *Fatḥ al-Mughīth bi-Sharḥ Alfiyyat al-Ḥadīth* (Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1403 AH)

[52] Al-Dāramī, ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Raḥmān, *Musnad al-Dāramī al-Maʿrūf bi-Sunan al-Dāramī* (Cairo: Dār al-Taṣīl, 2015 CE), 1: 415. ; Ibn Ḥazm, ʿAlī ibn Aḥmad, *al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām* (Beirut: Dār al-Āfāq al-Jadīdah, n.d.), 1: 96.

* Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā, *Al-Muwāfaqāt* (Dār Ibn ʻAffān, 1997 CE)
* Al-Shawkānī, Muhammad ibn ʻAli, *Irshād al-Fuḥūl ilā Taḥqīq al-Ḥaqq min ʻIlm al-Uṣūl* (n.p.: Dār al-Kitāb al-ʻArabī 1999 CE)
* Al-Subkī, Tāj al-Dīn, *Jamʻ a al-Jawāmiʻ fī Uṣūl al-Fiqh* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1424 AH)
* Al-Suyūṭī, Jalāl al-Din, *Tadrīb al-Rāwī fī Sharḥ Taqrīb al-Nawawī* (n.p.: Dār Tayyabah N.D.)
* Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʻĪsā, *Sunan al-Tirmidhī* (Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998 CE)
* Al-Zarkashī, Muhammad ibn ʻAbd Allāh, *Al-Bahr al-Muhīt fī Uṣūl al-Fiqh* (n.p.: Dār al-Kutubī, 1994 CE)
* Ibn ʿAbd al-Barr, Yūsuf ibn ʿAbd Allāh, *al-Istidhkār* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1421 AH)
* Ibn al-Ṣalāḥ, ʻUthmān ibn ʻAbd al-Raḥmān, *Muqaddimah Ibn al-Ṣalāḥ* (Syria: Dār al-Fikr, 1406 AH)
* Ibn Amīr Ḥājj, Muhammad ibn Muhammad, *Al-Taqrīr wa al-Taḥbīr* (n.p.: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1983 CE)
* Ibn Ḥajar al-`Asqalānī, Aḥmad ibn ʻAlī, *Nuzhat al-Naẓar fi Tawḍīḥ Nukhbat al-Fikr fi Muṣṭalaḥ Ahl al-Athar* (Riyadh: Maṭbaʻat al-safīr, 1422 AH)
* Ibn Ḥajar al-ʻAsqalānī, Aḥmad ibn ʻAlī, *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Maʻrifah, 1379 AH)
* Ibn Ḥajar al-ʻAsqalānī, Aḥmad ibn ʻAlī, *Nukhbat al-Fikr fī Muṣṭalaḥ Ahl al-Athar* (Cairo: Dār al-Hadīth 1997 CE)
* Ibn Ḥazm, ʿAlī ibn Aḥmad, *al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām* (Beirut: Dār al-Āfāq al-Jadīdah, n.d.)
* Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, *al-Bidāyah wa al-Nihāyah* (n.p.: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʿArabī, 1988 CE)
* Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd, *Sunan Ibn Mājah* (n.p.: Dār Iḥyā' al-Kutub al-ʻArabiyyah, n.d.)
* Ibn Taymiyya, Aḥmad ibn ʻAbd al-Ḥalīm, *Majmūʻ al-Fatāwā* (Saudi Arabia: Majmaʻ al-Malik Fahd li-Ṭibāʻat al-Muṣḥaf al-Sharīf, 1995 CE)
* Muslim ibn al-Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, n.d.)
* Salafī, Muhammad Ismāʻīl, *Maqālāt Ḥadīth* (Gujrānwala: umm al-Qurā Publications, jUly, 2012), p.200.